اس کی تیاری ہو رہی تھی۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ جو شخص اس قسم کا بیمار رہا ہو اس کا کیا حال ہونا چاہیے؟ لیکن یقین کیجیے، پیر صاحب تین ساڑھے تین گھنٹے مسلسل ہم لوگوں کے ساتھ بیٹھے گفتگو اپنے خاص انداز میں کرتے رہے، کھانے میں شریک ہوئے اور مہمانوں کی خاطر تواضع کرتے رہے اس وقت انھیں دیکھ کر ایک ناواقف آدمی اس کا وہم بھی نہیں کر سکتا تھا کہ وہ بیمار بھی ہیں، لیکن میں تو اس سے واقف تھا ہی، اس لیے تقریب کے ختم پر جب میں ان سے رخصت ہوا تو وہ بڑی محبت اور گرم جوشی سے بغلگیر ہو کر بولے: بس غالباً یہ ہماری آخری ملاقات ہے" میرا دل بھر آیا اور آب دیدہ ہو گیا، تاہم ان کو تسلی دی اور بیساختہ ان کے لیے دل سے دعائیں نکلیں۔ پیر سید حسام الدین چلے گئے، لیکن اپنے غیر معمولی اخلاق، شرافت اور محبت و ہمدردی کے جو گہرے نقوش دلوں پر چھوڑ گئے ہیں وہ ہمیشہ ان کی یاد تازہ کرتے رہیں گے۔

مولانا محمد جعفر شاہ۔ پھلواری شریف (بہار) کے ایک نامی گرامی خانوادۂ علم و تصوف کے چشم و چراغ تھے، ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تعلیم پائی تھی، فراغت کے بعد ادھر ادھر رہے۔ آخر پاکستان گورنمنٹ کی سرپرستی میں لاہور میں ادارہ ثقافت اسلامیہ قائم ہوا تو مولانا اس سے ایسے وابستہ ہوئے کہ عمر وہیں گزار دی، اس دور میں انھوں نے "المعارف" میں مقالات لکھے اور متعدد اہم اور فکر انگیز کتابیں بھی تصنیف کیں، ان کی کتاب "اسلام اور موسیقی" اور مسائل اجتہادیہ پر بعض حلقوں میں کافی شورش ہوئی لیکن مرحوم کے موقف میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔ ان کی علمی استعداد پختہ تھی مطالعہ وسیع تھا۔ طبیعت غور و فکر کی عادی تھی اور ان کا جوہر ذہانت و طباعی خداداد و فطری تھا ۱۹۶۹ء اور ۱۹۷۶ء میں ان سے لاہور میں متعدد ملاقاتیں ہوئیں، جب کبھی ملے بڑے تپاک اور محبت سے ملے، ایک مرتبہ گھر پر مدعو بھی کیا۔ میں نے ہمیشہ یہ محسوس کیا کہ مرحوم اپنی تحریروں کے آئینہ میں جس درجہ کے آزاد خیال نظر آتے تھے، عقیدہ و عمل اور اخلاق و شمائل کے اعتبار سے اسی درجہ کے پکے اور سچے مسلمان اور عالم باعمل تھے، ادارۂ ثقافت اسلامیہ، لاہور سے سبکدوش ہونے کے بعد وہ لاہور سے کراچی میں سکونت پذیر اور گوشہ نشین ہو گئے تھے، اللهم اغفر لهما وارحمهما۔